روزنامچہ

1۔ سیاست دان کا روزنامچہ

منگل 3 مئی 2022ء

الیکشن سے پہلے تھوڑا عرصہ اور بعد میں تھوڑے دن جو گہما گہمی رہتی ہے۔ ظاہر ہے وہ عمومی دنوں میں نہیں رہتی لیکن جو فرد سیاست سے وابستہ ہو اس کا تعلق عام لوگوں سے ہمیشہ رہتا ہے۔ چناں چہ آج معمول کے معاملات نپٹانے کے بعد میں اپنے دفتر پہنچا ہی تھا کہ چند لوگ افراتفری کے عالم میں دفتر آ پہنچے۔ معلوم ہوا کہ مخالف پارٹی سے ان کا جھگڑا ہو گیا ہے اور معاملہ پولیس تک جا پہنچا ہے۔ پولیس فریقین کے چند افراد کو گرفتار کر کے تھانے لے گئی تھی۔ آنے والے لوگوں کا مطالبہ تھا کہ میں ان کے ساتھ تھانے جاؤں اور ان کے عزیزوں کو پولیس کی گرفت سے آزاد کرواؤں۔ معاملہ کی نوعیت اس اعتبار سے زیادہ سنگین نہیں تھی کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ بہر حال میں ان لوگوں کے ہمراہ تھانے پہنچا۔ پولیس نے گرفتار شدہ افراد کو حوالات میں بند کر رکھا تھا۔

ڈی۔ایس۔پی صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابھی تک با قاعدہ ایف۔آئی۔آر نہیں کاٹی گئی۔ ان کا موقف تھا کہ بہتر تو یہی ہے کہ فریقین صلح کر لیں اور معاملہ یہیں پر ختم ہو جائے کیوں کہ قانونی چارہ جوئی کے بعد بھی یہی کچھ ہونا ہے۔ جس فریق کے ساتھ میں گیا تھا وہ تو صلح کرنے پر راضی ہو گئے لیکن مخالف فریق اس کے لیے تیار نہیں ہو رہا تھا۔ ایک طویل بحث ومباحثہ کے بعد اللہ کا شکر ہے کہ وہ بھی صلح پر راضی ہو گئے اور یوں پولیس نے گرفتار شدہ افراد کو رہا کر دیا۔ یہ معاملہ نپٹاتے نپٹاتے دوپہر ہو گئی۔ میں کھانا کھانے گھر آ گیا۔ نماز عصر پڑھ کے دوبارہ دفتر پہنچا۔ آج پارٹی تنظیم کی میٹنگ تھی۔ جلد ہی سارے عہدیدار جمع ہو گئے۔ میٹنگ میں اس امر پر غور کرنا مقصود تھا کہ کس طرح پارٹی منشور کے مطابق لوگوں کو سہولیات اور ان سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کیا جائے۔ بہت سی کارآمد تجاویز سامنے آئیں۔ جنھیں تحریری صورت دے کر پارٹی کی صوبائی قیادت کو روانہ کر دیا گیا۔

شام کو ''جمہوریت اور عصرِ حاضر'' کے موضوع پر ایک سیمینار تھا جس میں مجھے بھی اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی تھی۔ میں مقررہ وقت پر پریس کلب پہنچ گیا لیکن ہمارے یہاں ابھی مقررہ وقت پر تقریبات شروع کرنے کی روایت قائم نہیں ہو سکی۔ اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند سینئر صحافیوں سے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرتا رہا۔ سیمینار میں بیشتر مندوبین کی رائے یہ تھی کہ عصرِ حاضر میں جمہوریت ہی وہ نظام حکومت ہے جس میں لوگ زیادہ بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں اور ان کے حقوق کی بہتر طور پر حفاظت ہو سکتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ شرح خواندگی بہتر ہونا چاہیے۔ ناخواندہ معاشرے میں جمہوریت فائدے سے زیادہ نقصان کا باعث بنتی ہے۔ یہ سیمینار اس اعتبار سے بھی اچھا رہا کہ شہر کے دانش وروں کے خیالات سے آگاہی ہوئی۔

2۔ بے روزگار نوجوان کا روزنامچہ

ہفتہ 4 جون 2022ء

آج کا دن بھی گذشتہ کئی دنوں کی طرح بے رنگ رہا۔ اخبارات میں ملازمت کے حصول کے اشتہارات دیکھے اور جہاں کہیں ملازمت ملنے کا امکان ہو سکتا تھا وہاں ملازمت کے حصول کے لیے درخواست اور کوائف نامہ روانہ کیا اور پھر یہ امید دل میں بیدار ہوئی کہ شاید اب قسمت یاوری کرے اور ملازمت مل جائے۔

انجینئرنگ کیے سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا ہے لیکن ابھی تک ملازمت کے حصول میں ناکام رہا ہوں۔ اب تو والدین کی نظریں بھی شاکی محسوس ہوتی ہیں۔ وہ بھی سوچتے ہوں گے کہ جس بیٹے کی تعلیم کے لیے انھوں نے اپنا پیٹ کاٹا اور یہ خواب دیکھا کہ یہ پڑھ لکھ کر ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ وہ اپنی پڑھائی کی تکمیل کے بعد بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل نہیں ہوسکا۔

ملازمت کے حصول کے لیے تگ و دو میں بعض اوقات لوگوں کے ہتک آمیز رویے بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ آج میں ایک جگہ انٹرویو دینے کے لیے گیا۔ انٹرویو لینے والے صاحب نے مجھ سے میرے پیشہ وارانہ تجربے کے بارے میں پوچھا اور جب میں نے بتایا کہ میں نے ابھی تعلیم مکمل کی ہے اور ابھی ملازمت کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں تو انھوں نے استہزائیہ انداز میں مجھے تشریف لے جانے کے لیے کہا۔ میں نے کہا بھی کہ جب نوکری ملے گی تو تبھی تجربہ بھی حاصل ہوگا۔ آپ میری تعلیمی کارکردگی دیکھ لیں۔ میری اسناد ملاحظہ کریں لیکن انھوں نے میری ایک نہ سنی۔ اس طرح کا رویہ وقتی طور پر دلبرداشتہ بھی کر دیتا ہے لیکن ضرورت مند کو بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔

آج کا دن اس اعتبار سے اہم رہا کہ شام کے وقت والد صاحب سے کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ انھوں نے حوصلہ دیا۔ ہمت بندھائی کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے گھر میں دیر ہوسکتی ہے اندھیر نہیں ہوسکتا۔ ان شاءاللہ تمھیں بہت جلد ملازمت مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھو۔ وہ سوال کرنے والوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔ ابا جان کی باتیں سن کر دل کو ایک اطمینان سا بھی ہوا۔ انھوں نے تاکید کی کہ کوشش جاری رکھو اللہ تعالیٰ ضرور مہربانی فرمائے گا۔

اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ضرور بہتری کے امکانات پیدا کرے گا یہ سطور قلم بند کر رہا ہوں کہ کل کا سورج ضرور کوئی خوش خبری لائے گا۔

3۔ تاجر کا روزنامچہ

ہفتہ 9 جولائی 2022ء

حسب معمول آج دن کا آغاز بھی فجر کی نماز کی ادائیگی سے ہوا۔ تھوڑی دیر سیر کی۔ گھر آ کر ناشتہ کیا۔ اخبار دیکھا اور پھر وقت گزارنے کے لیے صحن میں لگے پودوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگیا۔

میں سوچ رہا تھا کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو والد محترم دکان چلاتے تھے۔ صبح سویرے ناشتہ کر کے جلدی جلدی مارکیٹ روانہ ہو جاتے تھے۔ جب میں نے ان کے ساتھ جانا شروع کیا تب بھی یہی صورت حال تھی لیکن اب تو زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح تجارت کی اقدار بھی بدل گئی ہیں۔ اب بڑی مارکیٹیں دوپہر سے پہلے نہیں کھلتیں اور خریدار تو بہت بعد میں خریداری کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔ نہ معلوم لوگ ساری رات جاگتے رہتے ہیں کہ ان کی سرگرمیاں کیا ہوتی ہیں۔

بہر حال ساڑھے دس بجے کے قریب گھر سے نکلا۔ دکان پر پہنچنے میں نصف گھنٹہ لگ گیا۔ اب تو ٹریفک اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ بار بار رکنا پڑتا ہے اور ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ روز بروز گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن سڑکیں کشادہ نہیں کی گئیں۔ نتیجہ ظاہر ہے بے تحاشا بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ٹریفک پھنسی رہتی ہے۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ لوگوں کے پاس اتنا روپیا پیسا کیسے جمع ہو جاتا ہے کہ جیولری مارکیٹ جہاں پر میری بھی زیورات بیچنے کی دکان ہے۔ خریداروں کی آمد و رفت سارا دن جاری رہتی ہے۔ لوگ کچھ نہ کچھ خرید کر لے ہی جاتے ہیں۔ لیکن اگر ایک طرف لوگوں کی خریداری جاری رہتی ہے تو دوسری طرف چوری اور ڈکیتی کی بڑھتی ہوئی وارداتیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ غربت، بھوک اور بیروزگاری بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

آج کا دن اس اعتبار سے اچھا رہا کہ اگرچہ گاہک تو تعداد میں تھوڑے آئے لیکن جو آئے انھوں نے شادی کی تقریب کے لیے زیورات خریدے۔ یوں بہت سے زیور فروخت ہوگئے۔ ہر دوسرے تیسرے دن کی طرح آج بھی یہ تکلیف دہ مشاہدہ کرنا پڑا کہ چند خریدار اپنی پسند کی چیزیں

نہ خرید سکے۔ یہ دیکھ کر تکلیف تو بہت ہوتی ہے لیکن انسان کچھ کر بھی نہیں سکتا کہ سونے کے زیورات کے نرخوں میں ایک خاص حد سے زیادہ رعایت بھی نہیں کی جا سکتی۔ اللہ کرے کہ ہمارے ملک میں لوگوں کا معیارِ زندگی بہتر ہو۔ لوگ اپنی آرزوؤں کو پورا اور اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھیں۔ آمین

4۔ وکیل کا روزنامچہ

جمعرات 21 جولائی 2022ء

آج تو وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ صبح سے رات ہو گئی۔ عدالت میں پیشی پر پیشی ہوتی رہی۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ آج جتنے بھی مقدموں میں پیش ہونا تھا وہ ایک ہی عدالت میں تھے۔ ورنہ بعض اوقات جب مختلف عدالتوں میں مقدمات کی پیروی کے لیے جانا پڑتا ہے تو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

آج ایک مقدمے کے علاوہ تمام مقدمات آئندہ پیشی تک ملتوی کر دیے گئے۔ جس مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا۔ یہ مقدمہ زمین کی ملکیت کے حوالے سے تھا اور عرصہ دراز سے چل رہا تھا۔ فریقین چند مرلے زمین کی ملکیت کے لیے ایک دہائی سے ایک دوسرے کے خلاف قانونی لڑائی لڑ رہے تھے اور وکلا کے واجبات اور عدالتی فیسوں کی مد میں جتنی رقم خرچ کر چکے تھے اس سے دونوں فریق اس زمین سے کہیں زیادہ زمین خرید سکتے تھے۔ جس قطعہ اراضی پر وہ مقدمہ بازی کر رہے تھے۔ شاید وہ مقدمہ جیت کر اپنی انا کو تسکین پہنچانا چاہتے تھے۔ اپنی مونچھ اونچی رکھنے کے لیے۔

ایوانِ عدل سے واپسی پر گھریلو ذمہ داریوں کے نپٹانے میں شام ہو گئی۔ آج تو کمر سیدھی کرنے کا موقع بھی نہ ملا کہ سہ پہر کے بعد چند دوست ملنے آ گئے۔ عشا کی نماز پڑھ کر ان مقدمات کی دستاویزات دیکھیں۔ جن کی پیروی کے لیے کل عدالتوں میں پیش ہونا ہے۔ ایک دو مقدمات میں بحث ہوتی ہے۔ وہ نکات نوٹ کیے۔ جن کے گرد بحث کے گھومنے کا امکان ہے۔ اس طرح ایک مقدمہ ایسا بھی ہے جس میں گواہان پر جرح ہونی ہے۔ مقدمے میں گواہوں پر جرح اور پھر بحث یہ دو مرحلے ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر بڑی حد تک مقدمے کے فیصلے کا انحصار ہوتا ہے۔ جو وکیل صحیح جرح نہیں کر پاتا یا بحث کے دوران بہتر دلائل نہیں دے پاتا عام طور پر کامیاب نہیں ہو پاتا۔ اگر پہلے سے مقدمے کی پیروی کے لیے تیاری کر لی جائے تو انسان پورے اعتماد کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوتا ہے۔

یہ سطور لکھتے ہوئے میرا ذہن مسلسل سوچ رہا ہے کہ آج کل وکلا کے مفادات اور سیاسی و حادثاتی معاملات کے پیشِ نظر عدالتی کارروائی کے بائیکاٹ کا امکان بھی آئے دن رہتا ہے۔ جس سے مؤکل تو پریشان ہوتے ہی ہیں وکلا کی اکثریت بھی مالی پریشانیوں سے دوچار ہو رہی ہے۔ لیکن وکلا کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے وہ چار و ناچار عدالتی بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے یہاں عدالتی نظام ایسا ہے کہ اگر کوئی مقدمہ حسبِ دستور بھی چلتا رہے تو فیصلہ ہونے میں کئی سال لگ جاتے ہیں اور اگر عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ بھی ہوتا رہا تو آئندہ سالوں میں مقدمات کے انبار عدالتوں میں جمع ہو جائیں گے اور لوگ اپنے مقدمات کے فیصلوں کو ترستے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بحران سے جلد نجات دلائے۔

آمین

5۔ استاد کا روزنامچہ

منگل 5 جولائی 2022ء

زندگی کا ایک دن اور گزر گیا۔ اب تو زندگی اتنی غیر یقینی اور غیر محفوظ ہو گئی ہے کہ جو لمحہ خیر و عافیت سے گزر جائے غنیمت ہے۔ حسبِ معمول آج میں صبح کی اذان کے ساتھ بیدار ہوا۔ نمازِ فجر ادا کی اور سیر کے لیے گھر سے قریبی پارک میں چلا گیا۔ واپسی پر ناشتا کیا۔ تھوڑی دیر اخبار

www.ilmkidunya.com

دیکھا اور پھر کالج کے لیے روانہ ہو گیا۔

کالج میں پہلا پیریڈ سالِ اول میں تھا۔ آج انھیں میر تقی میر کی غزل پڑھائی۔ میر کے درج ذیل شعر کی تفہیم میں بڑا لطف آیا کہ

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

اس کائنات کا اصل اصول اعتدال و توازن ہی ہے۔ زندگی کا جو شعبہ بھی عدم توازن کا شکار ہو جائے وہاں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ انسانی رشتے ناطے ہوں، انسانی احساسات و جذبات ہوں، روزمرہ سرگرمیاں ہوں اگر اعتدال اور توازن برقرار ہے تو زندگی کے تمام معاملات خوش اسلوبی سے چلتے رہتے ہیں۔ چوں کہ شعر زندگی کی حقیقتوں سے بہت قریب ہے اس لیے آج تو شرارتی طلبہ بھی بڑی دل چسپی لے رہے تھے۔

کالج سے واپسی پر گھر کے لیے کچھ سودا سلف لانا تھا وہ لیا اور گھر پہنچ گیا۔ شام کو خلافِ توقع احمد، علی وغیرہ آ گئے۔ کالج کے زمانے کے دوستوں سے ملنا زندگی کا ایک خوش گوار تجربہ ہے۔ کہتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی کی دوستی بڑی پائیدار ہوتی ہے۔ شاید اس لیے کہ اس دوستی میں کوئی لالچ کوئی حرص شامل نہیں ہوتی۔ ایک بے لوث تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے دیرینہ دوستوں سے ملاقات خزانہ مل جانے سے کہیں بہتر سمجھی جاتی ہے۔

رات کا کھانا کھا کر لیکچر کے لیے چند نکات تیار کیے ہیں کیوں کہ کل سالِ دوم کے طلبہ کو مضامین لکھنے کے بارے میں ہدایات دینی ہیں۔ ہمارے یہاں طلبہ کے لیے مضمون لکھنا سب سے مشکل ہوتا ہے کیوں کہ موضوعات طے نہیں ہوتے اور اپنے طور پر کسی موضوع پر لکھنا آسان نہیں ہوتا۔ ایسے میں ضروری ہے کہ طلبہ موجود معلومات جو مطالعہ اور مشاہدے کے نتیجے میں ان کے پاس ہوتی ہیں، انھیں ترتیب دے کر دیے ہوئے موضوع سے جوڑ کر مضمون کی شکل دے سکیں۔

یہ سطور لکھتے ہوئے اب نیند آنا شروع ہو گئی۔ اللہ کرے کہ ہماری قوم علم کے حصول میں سنجیدہ ہو اور ہم ایک باوقار قوم بن سکیں۔

6۔ ڈاکٹر کا روزنامچہ

بدھ 20 جولائی 2022ء

آج کا دن ایک تھکا دینے والا دن تھا۔ صبح جب ہسپتال پہنچا تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہسپتال کا احاطہ ایمبولینس کے سائرن سے گونج اٹھا۔ ہر طرف ایک سراسیمگی سی پھیل گئی کہ خدا خیر کرے شہر کو نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا رہتا ہے کہ جس پر انسانیت خون کے آنسو رو کر رہ جاتی ہے۔ میں فوری طور پر شعبۂ حادثات کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچ کر مجھے قیامتِ صغریٰ کا منظر دکھائی دیا۔

ایمبولینسز سے اترنے والے سٹریچرز پر خون میں ڈوبے ہوئے زخمی اور کٹی پھٹی لاشیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ہر طرف افراتفری سی پھیل گئی تھی۔ ایک شور اور ہنگامہ برپا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ ہسپتال کا عملہ پوری تن دہی سے زخمیوں کو طبی امداد دینے میں مصروف ہو گیا۔ ایمرجنسی وارڈ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ بہت سے لوگ اپنے عزیزوں کو دیکھنے کے لیے آ رہے تھے۔ ان کا اس طرح آنا فطری تھا لیکن اس بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے امدادی کارروائیوں میں رکاوٹ پڑ رہی تھی۔ ہسپتال کی انتظامیہ منت سماجت، ڈانٹ ڈپٹ کر کے انھیں باہر جانے کو کہتی رہی۔ بعض لوگوں نے بات مانی۔ بعض وہیں جمے رہے۔ بعض زخمیوں کے عزیز و اقارب ڈاکٹروں پر برس رہے تھے کہ وہ زخمیوں پر توجہ نہیں دے رہے حالاں کہ ہسپتال کے عملے کا ہر فرد اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔

زخمیوں کی دیکھ بھال میں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا۔ کسی کو نہ تو کھانے پینے کا ہوش تھا نہ اپنی کوئی فکر تھی۔ نہ اپنے لباس کا خیال۔ مجھے بھی فقط ایک دھن تھی کہ جس طرح بن پڑے زخمیوں کو جلد سے جلد ممکنہ طبی امداد دی جائے۔ یوں ہی صبح سے شام ہو گئی۔

گھر آئے ہوئے مجھے کئی گھنٹے بیت چکے ہیں لیکن وہ مناظر جیسے آنکھوں سے چپک کر رہ گئے ہیں۔ نجانے ہمارے معاشرے میں رہنے

www.ilmkidunya.com

والے افراد اتنے بے حس اور ظالم کیوں ہوگئے ہیں۔ انسانی زندگی ہماری نظروں میں اتنی ارزاں کیوں ہوگئی ہے۔ ہم اپنے ہی بہن بھائیوں کو موت کی نیند سلا کر کیوں خوش ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کی زندگیوں سے کھیل کر ہم کس کی خدمت کر رہے ہیں۔ انسانی زندگی انمول ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر کی نظر سے دیکھیں تو اس کی اہمیت کہیں بڑھ جاتی ہے۔ آج کے واقعہ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ذہن جیسے ماؤف ہو کر رہ گیا ہے۔ نہ جانے ہم لوگوں کو کب شعور آئے گا۔ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے اور دوسروں کا آلہ کار بننے کی بجائے ملک و قوم کی بہتری کے لیے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کریں گے۔

7۔ ایک خاتونِ خانہ کا روزنامچہ

ہفتہ 2 جولائی 2022ء

آج کا دن بڑی خوش گوار یادیں چھوڑ کر گیا ہے۔ صبح نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو تھوڑی دیر صحن میں چہل قدمی کی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ اتوار کا دن تھا۔ بچے نماز پڑھ کر پھر سونے کی خواہش رکھتے تھے کہ پورا ہفتہ صبح سکول کالج، شام کو اکیڈمی مسلسل پڑھائی کرنے سے نیند بھی پوری نہیں ہوتی۔ بہر حال بچے لیٹ گئے اور میں ناشتا بنانے کی تیاری کرنے لگی۔ چھٹی والے دن گھر کے ہر فرد کی خواہش اور توقع ہوتی ہے کہ ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک کچھ خاص اہتمام کیا جائے۔ اب ہر فرد کی اپنی پسند اور ترجیح ہوتی ہے۔ چناں چہ چھٹی کا دن اس اعتبار سے تھکا دینے والا ہوتا ہے کہ گھر کے ہر فرد کی فرمائش پوری کرنا ہوتی ہے لیکن اپنا من پسند کھانا سامنے دیکھ کر جو خوشی کی چمک ان کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہے وہ دیکھ کر تھکاوٹ خود بخود دور ہو جاتی ہے۔

آج ناشتے وغیرہ سے فراغت ہوئی ہی تھی کہ چند قریبی عزیز تشریف لے آئے۔ یوں تو کوئی بھی مہمان ہو وہ خدا کی رحمت ہوتا ہے لیکن ایسا مہمان جس سے انسان خود بھی ملنے کی آرزو رکھتا ہو اگر آ جائے تو خوشی دگنی ہو جاتی ہے۔ آنے والی خواتین میں سے ایک میری ہم جماعت بھی تھی۔ طالب علمی کا زمانہ گزرے اتنا عرصہ ہو گیا لیکن ان دنوں کی یاد اب بھی دل میں تازہ ہے۔ یہ زمانہ شاید ہوتا ہی ایسا ہے۔ ایک بے فکری سی ہوتی ہے۔

دوپہر کے کھانے میں بچوں کی فرمائشیں پوری کی گئیں۔ بڑی بیٹی بھی کچن میں آ گئی۔ تھوڑی بہت مدد بھی کرتی رہی۔ شام کو بچے پڑھائی میں مصروف ہوگئے۔ جس کا ہوم ورک رہتا تھا وہ اسے مکمل کرنے میں لگ گیا۔ مجھے اب فرصت تھی چناں چہ میں ستانے کے لیے لیٹ گئی۔ اٹھی تو یاد آیا کہ کچن میں استعمال ہونے والی چند چیزیں ختم ہونے والی ہیں۔ چناں چہ ڈیپارٹمنٹل سٹور گئی۔ وہاں سے مطلوبہ اشیا خریدیں۔ اب تو جب بھی بازار جاؤ ہر شے کے نرخ تبدیل دکھائی دیتے ہیں۔ مہنگائی کہیں رک ہی نہیں رہی۔ یہی حالات رہے تو ہم جیسے متوسط طبقے کے افراد کے لیے اپنی سفید پوشی قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ کیوں کہ جب مہنگائی کے تناسب سے آمدن نہ بڑھ رہی ہو تو پھر حالات مشکل سے مشکل تر ہو جاتے ہیں۔

گھر آ کر میاں صاحب سے مہنگائی کا تذکرہ کیا تو وہ پہلے ہی بھرے پڑے تھے۔ اہلِ اقتدار کو کوسنے لگے کہ حکومت کچھ کر نہیں رہی وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال رات کا کھانا حسبِ معمول جلد کھا لیا گیا تا کہ بچے پڑھنا چاہیں تو پڑھیں اور آرام کرنا چاہیں تو آرام کر لیں۔ میں نے تھوڑی دیر ٹی وی دیکھا۔ جب سے کیبل لگی ہے اتنے چینلز ہو گئے ہیں کہ سمجھ ہی نہیں آتا کہ کون سا چینل دیکھیں اگرچہ تعداد میں اضافہ ہوا ہے لیکن معیار زیادہ بہتر نہیں ہو سکا۔ میں تو اسی لیے نیوز چینلز دیکھنے کو ترجیح دیتی ہوں کہ کم سے کم بندہ گرد و پیش سے باخبر تو رہتا ہے۔

یہ سطور لکھتے لکھتے غنودگی طاری ہونے لگی ہے۔

8۔ طالب علم کا روزنامچہ

منگل 22۔ مارچ 2022ء

آج کا دن بھی گزر گیا۔ جوں جوں امتحان قریب آ رہے ہیں۔ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ روزمرہ کے معمولات بھی متاثر ہونے لگے ہیں۔ پھر بھی کوشش ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی گھر کے قریب والے پارک میں سیر کر لی جائے۔ اس سے سارا دن خوش گوار گزرتا ہے۔ چناں چہ آج بھی یہی ہوا۔ صبح نماز کے لیے بیدار ہوا۔ نماز پڑھی۔ تھوڑی دیر سیر کی۔ گھر آ کے نہایا، ناشتا کیا اور کالج پہنچ گیا۔

کالج میں پہلا پیریڈ اردو کا ہوتا ہے۔ اگر چہ سائنس کے طلبہ اردو، انگریزی اور اسلامیات و مطالعہ پاکستان پر زیادہ توجہ نہیں دیتے لیکن مجھے یہ مضامین بہت اچھے لگتے۔ خاص طور پر جب غزلیات کی تشریح ہو رہی ہو اور خیالات کی وضاحت کے نئے نئے امکانات سامنے آ رہے ہوں تو یہ انکشافات ذہنی آسودگی کا باعث بنتے ہیں۔ آج میر تقی میر کی غزل کلاس میں پڑھائی گئی۔

ہر زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تری بیداد گری کا

پروفیسر صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ظلم کسی بھی نوعیت کا ہو، ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ جب کسی پر ظلم ہوتا ہے تو اول تو وہ کوشش کرتا ہے کہ ظالم سے خود ہی ظلم کا بدلہ لے لے۔ اگر وہ خود بدلہ نہ لے سکے تو معاشرے میں موجود انصاف فراہم کرنے والے اداروں کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اگر وہاں بھی یہ صورت ہو کہ

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

تو پھر وہ اپنا تمام معاملہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔

فزکس، کیمسٹری کے پیریڈز میں اساتذہ آج کل مشقی سوالات کرا رہے ہیں۔ حسابی سوالات جب حل کرنا آ جائیں تو ایک خاص طرح کی خوشی اور سرشاری کا احساس ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے یونان والے موسیقی کے ساتھ ریاضی کی تعلیم کو ضروری تصور کرتے تھے۔

کالج سے واپسی پر میرا عزیز ترین دوست میرے ساتھ میرے گھر آیا کیوں کہ کل اس کی سالگرہ ہے اور اس نے اپنی سالگرہ کی تقریب کے لیے لباس خریدنا تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور پھر خریداری کے لیے مارکیٹ چلے گئے۔

بازار سے واپس آ کر میں اکیڈمی چلا گیا۔ جہاں شام تک پڑھائی میں مصروف رہا۔ اکیڈمی سے واپسی پر تھکاوٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔ کھانا وغیرہ کھایا۔ لباس تبدیل کیا اور تھوڑی دیر جو کچھ آج پڑھا تھا اسے دہرایا اور اب یہ سطور لکھتے ہوئے غنودگی سی طاری ہو رہی ہے۔

9۔ سرکاری ملازم کا روزنامچہ

جمعرات 14 جولائی 2022ء

ابنِ خلدون نے ملازمت کو غلامی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ آج اس کے قول کی صداقت کا احساس ہوا ہے۔ حسبِ معمول صبح کی نماز کی

ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر قریبی پارک میں چہل قدمی کی اور ناشتا کر کے دفتر کے اوقات سے تھوڑی دیر قبل ہی اپنے دفتر پہنچ گیا تھا۔ چند ضروری فائلیں میز پر موجود تھیں۔ جن پر میں نے اپنی رائے دینا تھی۔ چناں چہ دفتر پہنچتے ہی میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میرے افسر نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کیا۔ میں وہاں پہنچا تو ان کے چند احباب بھی بیٹھے تھے اور بیٹھنے کے لیے مزید جگہ موجود نہیں تھی۔ نہ تو مہمانوں نے اور نہ میرے افسر نے یہ محسوس کیا کہ میں کھڑا ہوں۔ محترم افسر آئندہ روز ہونے والی میٹنگ کے بارے میں ہدایات جاری کر رہے تھے کہ کن کن افراد کو اطلاع کرنا ہے۔ کیا کیا نکات اس میٹنگ میں زیرِ بحث آئیں گے اور ساتھ ساتھ اپنے دوستوں سے گپ شپ بھی کرتے جا رہے تھے۔ وہ ہدایات جو انھوں نے پانچ سات منٹ میں دینا تھیں۔ اس گپ شپ کی وجہ سے تقریباً آدھ گھنٹے سے زیادہ کے وقت میں دے پائے اور اس دوران میں انھیں ایک بار بھی اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ میں کتنی دیر سے کھڑا ہوں۔

کھڑا رہنا بنفسہ کوئی بری بات نہیں اور ہم پاکستانیوں کو تو قطاروں میں کھڑا رہنے کی عادت سی پڑ گئی ہے۔ بل جمع کرانے جائیں تو قطار، بس سٹاپ پر ہوں تو قطار، روزمرہ استعمال کی چیزیں یوٹیلٹی سٹور پر لینے جائیں تو قطار۔ گھنٹوں کھڑا رہنا پڑتا ہے لیکن اس وقت قطار میں اپنے جیسے اور بھی کئی افراد موجود دیکھ کر عزتِ نفس کو ٹھیس نہیں پہنچتی۔ نہ تحقیر کا احساس ہوتا ہے۔ اپنے افسر کے دانستہ یا نادانستہ رویے کی وجہ سے صبح ہی سے طبیعت میں ایک بیزاری سی پیدا ہو گئی اور ابن خلدون کا قول بار بار ذہن میں گونجتا رہا۔ لیکن سفید پوش آدمی کے لیے لگی لگائی ملازمت چھوڑ دینا بھی تو ممکن نہیں۔ پہلے ہی ملک میں اتنی بے روزگاری ہے۔ بہرحال دفتر کے معمولات نمٹا کے گھر پہنچا تو جسم کے ساتھ ساتھ جیسے روح بھی تھکی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

گھر پہنچ کر کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ مہینے کے ابتدائی دن ہیں۔ دو تین روز سے شام کے وقت عزیز و اقارب یا دوستوں میں سے کوئی نہ کوئی آتا رہا ہے۔ اس لیے ضروریاتِ زندگی کی خریداری کے لیے بھی نہ جا سکا۔ آج اتفاق سے فراغت مل گئی تو مہینے کا سودا سلف لینے چلا گیا۔ ایک مہینے میں اتنی مہنگائی ہو گئی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ضروریات زندگی کی خریداری کرتے ہوئے بھی انسان حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ کیا خریدے اور کیا نہ خریدے۔ آدھی سے زیادہ تنخواہ تو چینی، پتی، آٹا، دالیں، چاول اور گھی خریدنے میں خرچ ہو جاتی ہے۔ نہ معلوم ہمارا حکمران طبقہ کیا کر رہا ہے؟ نہ تو مہنگائی پر قابو پانے کی کوئی تدبیر کی جا رہی ہے اور نہ آمدنی میں اضافے کی کوئی امید ہے۔ ایک بے یقینی کی کیفیت سے ہر کوئی دوچار ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ مہینے کا اکٹھا سودا سلف لیتے ہوئے اب تو بچوں کو بھی ساتھ نہیں لایا جا سکتا کہ ڈیپارٹمینٹل سٹور میں چیزوں کی فراوانی دیکھ کر اگر وہ کوئی فرمائش کر بیٹھے تو کیا کریں گے۔

ایک سرکاری ملازم اگر رشوت نہیں لیتا یا کسی ایسے شعبے میں ہے جہاں رشوت ملنے کا امکان ہی نہ ہو اس کے لیے زندگی وبال بن کر رہ گئی ہے۔ بقول میکسم گورکی ”لوگوں کی اکثریت زندگی گزارنے کی تیاری میں ساری زندگی بسر کر دیتی ہے۔“

دفتری پریشانیاں، مالی پریشانیاں، گھریلو مسائل، عزیز و اقارب سے معاملات اس چومکھی میں کبھی کبھی تو عجیب بے بسی اور بے چارگی کا احساس ہوتا ہے۔ زندگی بے مقصد سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ بقول ڈاکٹر طارق عزیز

باہر پھر کر بھی کیا لینا

گھر جا کر بھی کیا کرنا ہے

بہرحال سودا سلف لے کر گھر پہنچا اور تھوڑی دیر تو بچوں سے نظریں چراتا رہا کہ وہ نہ معلوم کیا پوچھ بیٹھیں لیکن زندگی سب سے بڑی استاد ہوتی ہے۔ بچے بھی اب سمجھ گئے ہیں کہ انھیں کیا فرمائش کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔ اس مہنگائی نے تو بچوں سے ان کا بچپن تک چھین لیا ہے۔

☆☆☆☆☆